ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر حاکم علی برڑو

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پاکستانی زبانیں ،علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی سندھی لوگ ادب میں خدمات

Dr. Hakim Ali Burrio
Assistant Professor, Department of Pakistani Languages, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Contribution of Dr. Nabi Bakhsh Khan Baloch in Sindhi Folk Literature

Dr. Nabi Bakhsh Khan Baloch was a well-known intellectual in Pakistan and a renowned Sindhi language expert. He earned a reputation worldwide for his contributions to literature and knowledge. He was a multidimensional individual who was also an educator, linguist, expert in folk literature, a competent administrator, and the founder of various historical and cultural institutions. In particular, he worked persistently to promote and preserve Sindhi literature and folklore. In this research study, we explore the significant contributions made by Dr. Nabi Bakhsh Baloch to the advancement of Sindhi literature and language, analyzing the long-lasting effects of his efforts on examining the profound impact of his work on Sindh's cultural and literary landscape.

Keywords: *Reputation, contributions, literature, educator, folklore, literary landscape.*

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نہ صرف سندھ بلکہ پاکستان کے بہت بڑے پائے کے محقق تھے ایک بین الا قوامی سطح کے منجھے ہوئے عالم اور ادیب تھے۔ان کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں، وہ ایک ماہر تعلیم، ماہر لوک و کلاسیکی ادب، عظیم صوفی شعراء خصوصی طور پر شاہ عبد اللطیف بھٹائی کے کلام کے کٹھن سفر کے رہنما: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ شارح (ماہر لطیفیات)، ماہر لغات، اعلیٰ پائے کے منتظم، مختلف اداروں کی بنیاد رکھنے والے، تاریخ، ثقافت اور لسانیات وغیرہ کے یکتا عالم تھے۔ڈاکٹر بلوچ کا سب سے زیادہ کام تو سندھی زبان میں ہے۔لیکن انہوں نے اردو اور انگریزی زبان میں بھی معتدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے سندھ کے مختلف اداروں کے ساتھ ساتھ ملکی سطح کے اداروں میں بھی اپنی

خدمات سر انجام دیں۔ان کا کام صرف سندھی زبان، علم و ادب تک محدود نہیں ہے۔وہ اپنے دائرہ کار اور معیار کے لحاظ سے بین الا قوامی سطح کے عالم تھے۔

ڈاکٹر بلوچ بڑے محب وطن اور درس و تدریس سے عشق کرنے والے شخص تھے۔ان کے جذباتی لگاؤ اور حب الوطنی کی کئی مثالیں موجود ہیں۔وہ بچپن ہی سے ذہین، فرض شناس اور کمٹڈ شخص تھے۔وہ اپنے لوگوں کی خدمت کرنے کو عبادت سمجھتے تھے۔جس زمانے میں بلوچ صاحب نے تعلیم حاصل کی اور اپنا لوہا منوایاوہ وقت کافی مشکل اور سہولیات نہ ہونے کے برابر تھیں۔ بلوچ صاحب نے جب ۱۹۴۳ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے کا امتحان پہلی پوزیشن سے پاس کیا تو ان کو سندھ میں مختلف ملازمتوں کی پیشکش ہوئی مگر انہوںنے اولیت درس و تدریس کو دی اور ابتدا میں وہ سندھ مسلم کالج میں استادر ہے۔اس کے بعد اسکالر شپ پر پی ایچ۔ڈی کرنے کے لئے کولمبیا یونیورسٹی، نیو یارک کا سفر کیا۔جہاں پر انہیں تحقیق کے عالمی معیارات سے شناسائی حاصل ہوئی اور ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹریٹ کر کے واپس پاکستان آئے۔ان کے مقالے کا موضوع تھا۔

The program of teacher education for the new state of Pakistan ڈاکٹر بلوچ پاکستان کے پہلے محقق ہیں، جنہوں نے اس موضوع پر سب سے پہلے پی ایچ۔ڈی کی۔جب انہوں نے پی ایچ ڈی کر لی تو ، نہ صرف پاکستان کے مختلف اداروں بلکہ بیرون ملک کے مختلف اداروں نے ڈاکٹر صاحب کو کام کرنے کی دعوت دی۔ان اداروں میں اقوام متحدہ جیسے اہم ادارہ بھی شامل اس کے علاوہ ۱۹۵۰ء میں پاکستان حکومت کے وزارت داخلہ انفرمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ ڈویژن کراچی میں بلوچ صاحب کو آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی مقرر کیا گیا۔ان کی ذمہ داریوں میں ریڈیو پاکستان کراچی کی نشریات خصوصی طور پر سندھی پروگراموں کی نگرانی بھی شامل تھی۔گویا کہ ریڈیو نشریات کی نگرانی میں ڈاکٹر صاحب کی دلچسپی تھی مگر بلوچ صاحب درس و تدریس سے زیادہ محبت کرتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس ملازمت کو خیر آباد کہہ کر ۱۹۵۱ء میں سندھ یونیورسٹی آگئے۔جہاں پر وہ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔

اس کے بعد وہ زیادہ تر علمی ادبی و ثقافتی اداروں میں رہے۔وہ سندھ یونیورسٹی جامشورو اور بین الا قوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے وائس چانسلر، وفاقی اردو یونیورسٹی کے سینٹ کے ممبر ، وفاقی وزارت

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تعلیم و ثقافت کے سیکریٹری، نیشنل ہجرہ کونسل کے مشیر اور دیگر کئی اداروں کے بورڈ آف ڈائریکٹر ز میں بھی رہے۔سندھ میں لگ بھگ تمام علمی، ادبی اور ثقافتی اداروں کی ترقی میں ان کی خدمات نمایاں ہیں۔سندھی لینگویج اتھارٹی کے ڈاکٹر صاحب بانی چیئر مین تھے۔اس کے علاوہ حکومت سندھ کے وزیر تعلیم ، زراعت اور جنگلی حیات رہے ہیں جو ڈاکٹر صاحب کی مختلف موضوعات پر بہت ساری تصنیفات ہیں، مگر ہم یہاں صرف لوگ ادب سے متعلق تصنیفات اور اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے جو کشالے کئے، اور تکالیف کا سامنا کیا اور مصیبتیں اٹھائیں ، انہوں نے لوک ادب کا انتخاب کیوں کیا ؟ حالانکہ انہوں نے پی ایچ ڈی تعلیم کے موضوع پر کی تھی، جو اپنے لحاظ سے ایک وسیع اور اہم موضوع تھا۔اس کے نسبت لوک ادب پر کام کرنا آسان اور پذ یرائی بھی زیادہ تھی۔بہت مشکل اور کھٹن کام تھا۔بلوچ صاحب نے تمام مشکلات کے باوجو دلوک ادب کا انتخاب کیا۔اس مشکل سفر میں انہوں نے جو دکھ جھیلے ان کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔سب سے پہلے مشکل کام تو لوک ادب، خصوصی طور پر سندھی لوک ادب کی حیثیت و اہمیت تسلیم کرانا تھی۔کیونکہ اس زمانے میں جو ادیب اور شاعر علم عروض پر طبع آزمائی کرتے تھے وہ لوک ادب خصوصاً لوک شاعری کے شعراء جن کو سگھڑ کہا جاتا تھا، ان کو شاعر ہی نہیں مانتے تھے۔یہ سگھڑ عام طور پر ان پڑھ یا پڑھے لکھے لوگ تھے۔وہ نہ صرف خود طبع آزمائی کرتے تھے بلکہ ان سے پہلے کے سگھڑوں کا کلام سینے بہ سینے منتقل کرتے آتے تھے ہیں۔انہوں نے سندھی شعر و ادب اور قصہ گوئی کے ذریعے سندھ کی تاریخ، ثقافت، زبان، روایات، رومانوی داستانوں، لوک کہانیوں اورلوک دانائی (folk wisdom) و غیرہ کو زندہ رکھا۔ان کے اشعار عربی و فارسی بحر وزن کی کمی کا شکار تو تھے مگر موسیقیت، ردم اور چھند و دیا ہندی میں شاعری کے علم و فن سے مالا مال تھے۔ہندی اور سندھی زبان کے ایک دوسرے پے گہرے اثرات ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سندھی لوک اور کلاسیکی شاعری زیادہ تر چھند ودیا پر ہے۔جن ادباء اور شعراء نے صرف فارسی علم عروض سیکھا تھا اور سندھی زبان کا سنگی مطالعہ کیا تھا ان کی سگھڑوں کے لیے رائے دوسری تھی۔جبکہ جو اس دھرتی کی روایات، ثقافت، علم و دانش سے واقف تھے ان کے لئے سگھڑ بہت اہمیت رکھتے تھے۔ڈاکٹر صاحب ابتدا ہی سے سگھڑوں کو اچھے طریقے سے پہچان گئے تھے۔اس کے بعد وہ ان کی حیثیت منوانے کے لیئے میدان میں اترے۔وہ لکھتے ہیں کہ فسوس کہ ہم نے یا تو صرف عروضی، شاعری کے دام میں گرفتار ہو کر سندھ کی اپنی اصلی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

شاعری کی طرف توجہ نہیں دی یا پھر اپنی شناسائی کی وجہ سے سندھ کے دیہاتوں میں رہنے والے شعراء کی عوامی شاعری کے شہپاروں کو مٹی کے سیپ جان کر پھینک دیا۔ ہماری الٹی سمجھ دیکھو کہ ہم نے سندھ کے شاعروں کے سرتاج اور سردار حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی کی شاعری کی بھی صرف نامکمل قدر کی ! ہم نے ان کے زریں خیالات کے تو بلہ شبہ گن گائے مگر ان کی شاعری کے فن کو نہیں پہچان سکے۔ اگر ہم ان کے فن کی قدر کرتے تو اس استاد الشعراء (شاہ لطیف) کے حقیقی شاگردوں کے ہنر (فن) یعنی کہ سندھ کے دہقانی شاعروں کے کلام پر بلکل پانی نہ پھیرتے۔[1]

اس صورت حال میں ڈاکٹر بلوچ کو لوک ادب پر کام کرنے ، اس کی اہمیت منوانے ، اداروں سے منظوری لینے اور اعلیٰ حکام کو مطمئن کرنے میں کئی مشکلات پیش آئی ہو گئی۔

اس سے بھی زیادہ مشکلات ان کو لوک ادب تلاش کرنے میں پیش آئی ہو نگی۔ کیونکہ ہمارے یہاں تحقیق زیادہ تر کتب خانوں کے ذریعے کی جاتی ہے ، فیلڈ میں جانے سے لوگ بھاگتے ہیں۔ فیلڈ میں جانا ایک کٹھن کام ہے۔

ڈاکٹر بلوچ نے آسائشیں ترک کر کے یہ کٹھن راستہ اختیار کیا۔ آج تو پھر بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے ٹرانسپورٹ مہیا ہو جاتی ہے، راستے بن گئے ہیں۔ اکثر بڑے دیہاتوں میں بجلی بھی پہنچ گئی ہے۔ جب بلوچ صاحب نے تحقیق شروع کی تو اس زمانے میں ایک تو راستے نہ ہونے کے برابر تھے اگر تھے تو کچے اور دشوار تھے۔ ٹرانسپورٹ بھی آج کی طرح نہیں تھی، بلوچ صاحب کبھی اونٹ پر تو کبھی ٹانگے پر سوار ہو کر فیلڈ میں جاتے تھے۔ وہ چن چن کر لوک ادب کے ہیرے تلاش کرتے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا کھاتے ، کچہری (گفتگو) کرتے اور ان کے ہمراہ رات کی تاریکی میں مچھروں کے ڈنگ برداشت کرتے۔ ان کی باتیں نوٹ بھی کرتے تھے۔ اس قسم کے محقق دنیا میں بہت کم ملیں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کے ، آخر بلوچ صاحب نے یہ راستہ کیوں چنا؟ در اصل بلوچ صاحب ایک دیہاتی بندے تھے۔ انہوں نے جب آنکھ کھولی تو ان کو ماں نے جو لوریاں سنائیں، صوفی بزرگ شعراء اور سگھڑوں کے بول سنے، پرندوں کی چہچہاہٹ سنی، چرند پرند ، کھیت، باغات اور جنگلات دیکھے۔ فطرت کے ان حسین نظاروں اور صدائوں نے بلوچ صاحب پر گہرے اثرات چھوڑے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

لوریوں، لوک گیتوں اور لوک ادب کی دیگر اصناف میں فطرت کی زیادہ عکاسی ہوتی ہے۔اس طرح بلوچ صاحب کی لوک ادب سے انسیت میں اضافہ ہوتا گیا۔جب وہ امریکہ گئے، انگریزی ادب کا مطالعہ کیا اور دنیا دیکھی تو وہاں دیکھا کہ لوک ادب کو خصوصی اہمیت دی جارہی ہے۔دنیا میں ہم سے بہت پہلے لوک ادب کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے، اس کو اکٹھا کر کے طباعت کا کام شروع ہو چکا تھا اور تنظیمیں بھی بن چکی تھیں۔دنیا کی سب سے پہلی لوک ادب سوسائٹی ۱۸۷۸ء میں لٹکان، برطانیہ میں بنائی گئی تھی، جس کا نام The folklore Society رکھا گیا تھا۔اس طرح آمریکہ میں بھی لوک ادب پر سوسائٹی ۱۸۸۸ء میں بنائی گئی، جس کا نام امریکن فوک اور سو سائٹی رکھا گیا۔یہ سوسائٹی معروف انگریزی مصنف نے کیمبرج میں بنائی۔اس سوسائٹی نے ابتدا یعنی ۱۸۸۸ ء سے ہی لوک ادب کے فروغ کے لیے ایک سہ ماہی تحقیقی جرنل جرنل آف امریکن فوک اور شائع کرنا شروع کیا، جو ابھی تک جاری ہے اور دنیا میں لوک ادب پر نکلنے والا ایک اعلیٰ معیار کا مجلہ ہے۔ان سوسائٹیوں کے تحقیق کا طریقہ فیلڈ ورک پر زیادہ انحصار کرتا ہے۔مختلف مقامات سے لوک ادب جمع کر کے ریکارڈ کیا جاتا ہے۔بعد میں ایڈٹ کر کے اسے کتب اور آڈیو، وڈیو سی ڈیز میں محفوظ کیا جاتا ہے۔

بلوچ صاحب نے خاص طور پر امریکہ میں قیام کے دوران ان سے شناسائی حاصل کی اور سندھی لوک ادب کو محفوظ کرنے کو اپنا مشن بنایا۔ڈاکٹر صاحب کو دوران طالب علمی ہی سے سندھ کے لوگ ادب تخلیق کرنے والوں کے ساتھ قربت تھی۔وہ سگھڑوں کی محفلوں میں شریک ہوتے رہتے تھے۔جہاں یہ لوگ جمع ہوتے تھے اس ڈیرے کو اوطاق کہا جاتا ہے۔اوطاق میں دیہاتی لوگ خاص طور پر رات کو جمع ہوتے ہیں، ایک دوسرے کو اپنے حال و احوال سے آگاہ کرتے ہیں اور ان میں سے جو سگھڑ (شاعر) پر ایک اپنی اپنی باری پر اپنی تخلیقات پیش کرتے ہیں۔قصہ گوئی بھی ہوتی ہے تو پہلیاں بھی دی جاتی ہیں۔ایسی محفلوں سے بلوچ صاحب عشق کرتے تھے۔۱۹۴۵ء میں رئیس میر محمد خان بیسبانی کی اوطاق (دور شہر کے قریب) جب ایک سگھڑ دو دو عاقلانی نے جب بلوچ صاحب کو لس بیلہ (بلوچستان) کے سندھی شعراء کے اشعار سنائے تو بلوچ صاحب لکھتے ہیں کہ ان علامات نے بیلے (لس بیلہ) کے سگھڑوں اور شعراء کے احوال معلوم (جمع) کرنے کا عشق پیدا کیا۔[۲]

دریا میں جابول پہلی اہمیت کا بلوچ صاحب نے اپنے عشق کو پانے کے لیے ۲۳ جون ۱۹۴۶ء کولس بیلا کے شہر اتمل کا تین روزہ دورہ کیا۔ڈاکٹر بلوچ کی یہ جستجو جاری رہی اور مواد اکٹھا کرتے رہے۔ اس دوران میں ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو امریکہ حصول تعلیم کے لیئے روانہ ہو گئے ۔[۳] جب وہاں سے واپس لوٹے تو پہلا کام انہوں نے اس بیا سے جمع کردہ لوک و کلاسیکی سندھی شعر و ادب کو ترتیب دے کر ایک ضخیم کتاب کی صورت میں شائع کروایا۔ جس کا نام رکھا (بیلائٹ جابول) یعنی پہلے میں رہنے والوں کے بول / اشعار اس کتاب میں بلوچ صاحب نے عام سندھی شاعری کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ آگے چل کر بلوچ صاحب نے اپنی زیادہ تر توانائیاں سندھی لوک ادب جمع کرنے میں لگا دیں۔لوک ادب جمع کرنے کی اسکیم متعارف کروائی۔ڈاکٹر بلوچ نے یہ تجویز ۱۹۵۵ء میں سندھی ادبی بورڈ کو پیش کی ، جو ۱۹۵۶ء میں منظور ہوئی اور اس پر ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء میں کام کیا گیا۔اس اسکیم کے تحت تحصیل کی سطح پر کارکنان مقرر کئے گئے جنہوں نے سندھ کے چپے چپے سے لوک اور کلاسیکی ادب کا ذخیرہ جمع کیا۔ اس ذخیرے کو حتمی شکل ڈاکٹر بلوچ نے دی اور نتیجتاً ۴۲ ضخیم کتابیں، لوک ادب کی مختلف اصناف پر شایع ہوئیں"۔[۴]

سندھی لوک ادب کی اشاعت، جمع اور فروغ دینے میں ڈاکٹر بلوچ کے علاوہ بلند پایہ شاعر، ادیب اور روحانی و سیاسی رہنما مخدوم محمد الزمان طالب المولیٰ، محمد عثمان ڈیپلائی اور ، ڈاکٹر عبد الکریم سندیلو نے بھی نمایاں خدمات سر انجام دیں۔

محمد عثمان ڈیپلائی ایک اعلیٰ پائے کے ناول نگار، محقق ادیب اور صحافی تھے۔انہوں نے تھر کے لوک گیتوں کے حوالے سے مقالہ لکھا اور ڈاکٹر بلوچ کی مختلف معاملات میں مدد کرتے رہے۔ایک دور ایسا بھی آیا کہ ڈاکٹر بلوچ کو سندھی لوک ادب کو جمع کرنے اور فروغ دینے کے راستے سے ہٹانے کے لیئے سازشیں شروع کی گئیں۔ان سازشوں کو منہ توڑ جواب دینے کے لیئے محمد عثمان ڈیپلائی نےاس مشکل گھڑی میں بلوچ صاحب کا ساتھ دیا"۔[۵]

جب سن ۱۹۶۱ء میں بلوچ صاحب نے لوک ادب کے سلسلے کی دسویں کتاب (مناظرا) شایع کروائی اس کتاب میں ہمارے لوک شاعروں نے مختلف جانوروں، اشیاء، میاں بیوی، ساس بہو، بیڑی اور حقہ ، ٹوپی اور پگڑی، اونٹ اور مینڈ کی ، گدھا اور اس کے مالک، لوک کرداروں سسئی اور ماری وغیرہ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

کے درمیان مقابلہ - مناظرہ کروایا ہے۔ تمام کردار اپنی خوبیاں اور دوسرے کی خامیاں بیان کرتے ہیں۔ یہ مزاحیہ اور ناصحانہ کلام ہے۔ جو صدیوں سے چلا آ رہا ہے !۔

اس کتاب کو نشانہ بناتے ہوئے ایک جریدے (سنڈے پوسٹ) میں ایک مضمون شایع ہوا جس کا موضوع تھا، the gutter scholar from Sindh takes a dive into the stink pools of vulgarity ترجمہ: گندی نالی کا سندھی عالم، فحاشی کے بدبودار تالاب میں غوطہ زن۔ سنڈے پوسٹ کا ایڈیٹر امین ترین تھا، جس نے ڈاکٹر بلوچ کے خلاف ناشائستہ، غیر اخلاقی اور گراہوا مضمون ۸ جولائی ۱۹۶۲ء کو شایع کیا۔[۶]

ڈاکٹر صاحب نے لوک ادب کی ترویج کے لیے کئی صعوبتیں برداشت کیں۔ قدم قدم رکاوٹیں کھڑی کی گئیں۔ مگر بلوچ صاحب ڈٹے رہے اور کسی کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھتے گئے۔[۷] یہی وجہ ہے کہ ہم آج ان کے کیے گئے کام پر ناز کرتے ہیں۔ ان کی جدوجہد کے نتیجے میں نہ صرف ہمارا الوک و کلاسیکی ادب منظر عام پر آیا بلکہ دنیا میں سندھی زبان کی قدامت اور شاہو کاری کے گن گانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ سندھی زبان اس وقت پاکستان کے ایک صوبے کی زبان ہے، اس رشتے سے تمام پاکستانی اہل ادب بھی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بلوچ ایک بین الا قوامی سطح کے عالم تھے۔

ڈاکٹر بلوچ کی رہنمائی کی وجہ سے سندھ میں موجود تمام میڈیا کے ادارے، لوک فنکار، ادیب اور محقق بھی لوک ادب و ثقافت کے فروغ دینے والے کارواں میں شریک ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ نبی بخش خان بلوچ بیلاین جا بول (سندھی (۱۹۷۰ء زیب ادبی مرکز حیدرآباد مئی (دوسرا ایڈیشن) ص ۱۰

۲۔ جو یو تاج، انسان دوست ادیب ائیں بے باک صحافی محمد عثمان ڈیپلائی ۲۰۰۳ء مرتب: سندھ مانک موتی تنظیم، حیدرآباد ص ۵۰

۳۔ نبی بخش بلوچ ڈاکٹر۔ گھار توں۔ ۱۹۶۹ء سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد - ص ۶

۴۔ نبی بخش بلوچ ڈاکٹر۔ مناظر ۱ ۱۹۶۱ء سندھی ادبی بورڈ، حیدرآبادی ص ۱۲

۵۔ جامڑو، کمال، ڈاکٹر سندھو جا گیت۔۲۰۰۸ء محکمہ ثقافت، حکومت سندھ۔ص ۴۵

۶۔ ابڑو، آفتاب مضمون: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ماہر لوک ادب ائیں لغات؛ ماہنامہ کلچرل ہیرٹج کراچی۔ص ۴۶

۷۔ ڈیپلائی محمد علی، مقالہ : ڈاکٹر بلوچ جو کتاب مناظر ا ائیں ان جے خلاف واویلا۔تحقیقی جرنل کاردو شجر ، شعبہ سندھی، وفاقی اردو یونیورسٹی، جون ۲۰۱۲ء ، ص۱۶